بیع الغرر

جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری

(قسطِ دوم)

(ب) اخلاقی اور مادی ترقی میں توازن:

اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان جو جسم و روح کا مجموعہ ہے کی ترقی ایسی متوازن ہو کہ روحانی اور مادی ترقیات ایک ساتھ چلتی رہیں۔قرآن کریم میں فرمان خداوندی ہے۔

وابتغ فیمآ آتک اللہ الدار الآخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا (القصص ۷۷)

ترجمہ: اور تم کو جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں آخرت کے گھر کی تلاش کرو اور اپنا دنیاوی حصہ بھی نہ بھولو۔

میں سمجھتا ہوں کہ دین و دنیا کے ''سنگم'' اور توازن کی یہ بہترین تعلیم ہے جو قرآن میں موجود ہے یعنی عین اس وقت جبکہ ایک انسان دنیاوی عمل میں مصروف ہو اس کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اس عمل سے حسن آخرت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان معاشی طور پر ''جبر'' (force) سے آزاد ہو، تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ وہ اپنے اختیار سے کسب معاش، صرف مال یا جمع مال میں کہاں تک اخلاقی اقدار کو ملحوظ رکھتا ہے۔اس آزادی سے انسان میں اخلاقی شعور (Moral sense) پیدا ہوگا ظاہر ہے یہ بات نظام جبر میں نہیں پیدا ہوسکتی۔ جہاں کسب معاش میں حلال و حرام کی تمیز نہیں صرف مال میں انسان کو کوئی اختیار نہیں۔اگر انسان کی تنخواہ سے زبردستی رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے کچھ رقم وضع (Deduct) کرلی جائے تو ہوسکتا ہے رفاہی ادارے چل جائیں۔مگر جس کی تنخواہ سے رقم کاٹی گئی ہے ضروری نہیں کہ اس کو اس عمل سے کوئی اخلاقی و روحانی بالیدگی حاصل ہو۔آپ ایک حد تک قانونی پابندیاں ضرور عائد کرسکتے ہیں مگر حیات انسانی کے کچھ گوشے آپ کو چھوڑنے ہوں گے جن میں فرد کو کلی اختیار حاصل ہو اس کی بہترین مثال اسلام کا نظام زکوۃ و صدقات ہے صدقات واجبہ میں انسان پر ایک قسم کا جبر ہے۔مگر اس معمولی سے جبر کے علاوہ

صدقات کے معاملہ میں اس کو خود مختار رکھا گیا ہے اور وہ پوری طرح آزاد ہے اس لئے ان صدقات کا نام اسلام میں ''تطوع'' (wilfully) ہے جس کے معنی اپنی خوشی یا مرضی سے کسی کام کے کرنے کے ہیں اگر آپ اسلام کے پورے نظام عبادات ومعاملات پر گہری نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس نظام میں جبر کم ہے تطوع زائد ہے۔

(ج) طبقاتی منافرت سے اجتناب:

اسلام دین توحید ہے اسکا پورا نظام انسانیت کی وحدت کا معمار ہے۔مختلف نظامہائے معیشت نے دنیا کو طبقاتی کشمکش میں مبتلا کر رکھا ہے اسلام میں طبقات کا تصور موجود ہے مگر طبقات کا یہ تصور مال ودولت رنگ ونسل یا جغرافیائی حدود کی بنیادوں پر نہیں ہے کیونکہ یہ غیر فطری تقسیم انسانیت کی تذلیل وتوہین اور فتنہ وفساد پر ہی منتج ہوتی رہی ہے اس کی واضح مثالیں جاگیردارانہ نظام (feudal system) اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) میں موجود ہیں اسلام میں جو کچھ طبقات ہیں وہ انسانوں کی ذہنی علمی عملی فطری صلاحیتوں کے اختلاف کی بنیادوں پر ہیں قرآن کریم میں ہے۔

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون (الزمر۹)

ترجمہ: فرمادیجئے کہ آیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ نیز فرمایا۔

فضل الله المجهدين باموالهم وانفسهم على القعدين درجة (النساء ۹۶)

ترجمہ: مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالی نے درجے میں فضیلت بخشی ہے۔

ان اكرمكم عندالله اتقكم (الحجرات :۱۳)

ترجمہ: بلاشبہ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زائد متقی ہے۔

اسلام کا نظام معیشت بھی اسی خوبی کا حامل ہے کہ اس سے طبقاتی منافرت کے بجائے محبت پیدا ہوتی ہے۔

(د) معاشی عدل:

اسلام کے معاشی نظام کا ایک مقصد ''عدل'' ہے جس طرح خرید وفروخت کے وقت ترازو کی تول

درست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح یہ حکم پورے معاشی نظام میں لاگو ہوتا ہے' فرمان الٰہی ہے۔

و اقیموا الوزن بالقسط و لا تخسروا المیزان (الرحمن)

ترجمہ: اور تم وزن درست رکھو عدل کے ساتھ اور تولنے میں کمی نہ کرو۔

عدل سے مراد اسلامی نقطہ نگاہ سے انصاف یعنی آدھا آدھا کر دینا نہیں ہے' بلکہ ہر صاحب حق کو اس کا پورا پورا حصہ دے دینا ہے دراصل عدل کو انصاف کے معنی میں لے کر غلط فہمیوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اور لوگ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ عدل مساوات کے مترادف ہے۔ حالانکہ مساوات نہ تو شرعی ہے اور نہ عملی ہے۔ جب کہ عدل تقاضائے عقل اور مقتضائے شرع ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اسلام میں مساوات تو نہیں مواساۃ ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ اسلامی معیشت میں (equality) کا نہیں (equity) کا اصول کار فرما ہے۔

شخصی ملکیت:

اسلامی نقطہ نگاہ سے شخصی ملکیت درست ہے' بلکہ قابل احترام ہے۔ اس معاملہ میں ذرائع پیداوار Means of production کمائی ہوئی آمدن earned اور معاونت کے بغیر حاصل شدہ آمدن سب برابر ہیں' یہ نہیں کہ انسان صرف اشیاء صرف کا مالک بن سکتا ہے اور ذرائع پیداوار پر اس کی ملکیت درست نہ ہو' اسلام صرف اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ ملکیت جائز ذرائع سے ہے یا ناجائز طریقوں سے' پھر اسلام لوگوں کی شخصی ملکیتوں کو مفاد عامہ کے نام پر جبراً چھینتا نہیں ہے بلکہ اخلاقی اقدار کے ذریعہ ان کی رضامندی کے ساتھ ان کی دولت معاشرہ کی فلاح و بہبود پر صرف کراتا ہے' یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات میں ''امداد باہمی'' پر بہت زور دیا گیا ہے' اور قرآن وسنت کی تعلیمات انفاق فی ''سبیل اللہ'' کو عبادات قرار دیتی ہیں۔

امداد باہمی کے ادارے:

''مسافر نوازی'' ''مہمانداری'' ''پڑوسی کے حقوق کا پاس'' ''مواخات'' وغیرہ ایسی تعلیمات ہیں کہ اگر آج بھی ہمارے معاشرہ میں رائج ہو جائیں تو بہت سے دکھوں کا مداوا ہو جائے۔ امداد باہمی کے سلسلہ میں اسلام کی چند تعلیمات یہ ہیں۔

ا۔انفاق کا حکم:

جب کسی شخص کے پاس مال آتا ہے تو اس پر کچھ ذمہ داریاں بھی آتی ہیں‘ چونکہ یہ مال صرف اس کی اپنی محنت ہی کا صلہ نہیں ہے بلکہ عطاء الٰہی ہے‘اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال میں صرف اپنا ہی حق نہ سمجھے بلکہ ان لوگوں کا بھی حق جانے جن کا حق اللہ نے مقرر کیا ہے۔انفاق کی اصل حکمت یہ ہے کہ سرمایہ گردش میں آئے اور اجتماعی معیشت بحال ہو۔

انسان کے لئے اپنی ذات پر خرچ کرنا اپنی بیوی اور والدین پر خرچ کرنا لازم ہے‘اسی طرح بعض صورتوں میں ذوی الارحام کی کفالت کرنا لازم ہے۔قرآن کریم میں ہے:۔

وبالوالدین احساناًوبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم (النساء ۳۶)

ترجمہ: اور اچھا سلوک کرو اپنے ماں باپ کے ساتھ اور اپنے رشتہ داروں اور نادار مسکینوں اور قرابت دار پڑوسیوں اور اجنبی ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والے ساتھیوں اور مسافروں اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ۔

(۲)احسان:

اسلام کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے دنیا کو عدل سے بھی زائد اونچے درجے کی صفت سے آگاہ کیا اور وہ ’’احسان‘‘ ہے۔فرمان الٰہی ہے:۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (النحل ۹۰)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اور’’احسان‘‘ سے مراد شرعی اصطلاح میں یہ ہے کہ حقدار کو اس کے حق سے کچھ زائد دے دینا‘ اور دوسرے تمام معاملات میں رورعایت کرنا‘ اگر آپ نے ایک مستری اور ایک مزدور کام پر متعین کئے دونوں نے آٹھ گھنٹے کام کیا۔شام کو آپ نے مستری کو تو پچاس روپے دیئے اور مزدور کو بیس تو ہم کہیں گے کہ آپ نے عدل کیا۔لیکن اگر آپ نے دونوں کو پچیس پچیس دیئے تو ہم کہیں گے کہ اگرچہ آپ نے مساوات کا سلوک کیا ہے‘ مگر سراسر ظلم وناانصافی کے مرتکب ہوئے ہیں۔آپ نے یہ تو دیکھا کہ دونوں آٹھ گھنٹے مصروف عمل رہے مگر آپ نے یہ نہ سوچا کہ جب یہ مزدور اپنا وقت کھیل

کود میں گزار رہا تھا تو یہ مستری اپنا وقت، اپنا دھن اور اپنی صلاحیتیں فن سیکھنے پر خرچ کر رہا تھا کیا اجرت کی ادائیگی کے وقت آپ اس کی اس محنت کا صلہ بھول جائینگے جس کے ثمرات اب آپ کے سامنے ظاہر ہو رہے ہیں۔ کیا اس طرح آپ پوری قوم کو یہ سبق نہ دیں گے کہ علم و ہنر سیکھنے کا کوئی فائدہ نہیں یہ تو اوقات کا زیاں ہے!

قرض حسن:

نفسا نفسی کے اس دور میں جبکہ سودی نظام قوم کی رگ و پے میں سرایت کر گیا ہو یہ سوچنا بھی مشکل ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی ضرورت پوری کرنے کو بلا سود قرض دے سکتا ہے۔ انسانیت کی بھلائی کے دعویدار مجبور انسان کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کو کس دلیل سے قبول کرتے ہوں گے؟ حضور رحمت عالم ﷺ نے اپنی امت کے مجبور و پریشان حال انسانوں کی ضرورت پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل پر زور دیا ہے جس میں لوگ ایک دوسرے کی لوٹ کھسوٹ کے بجائے ایک دوسرے کے کام آئیں، قرض حسن اس کی ایک شکل ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ اضعافاً کثیرہ (البقرہ: ۲۴۵)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے اور اللہ اس کو اپنی مرضی سے کئی گنا بڑھا کر ادا کر دے۔

یعنی جو لوگ اپنے بھائیوں کی مجبوری رفع کرنے کے لئے انہیں قرض دیتے ہیں اور اس کا دنیاوی کوئی نفع نہیں لیتے ہیں نہ مانگنے میں سختی و درشتی سے کام لیتے ہیں ایسے لوگ گویا اللہ کو قرض دے رہے ہیں، اب ان کو آخرت کا سود ملے گا یعنی اللہ تعالیٰ ان کو کئی گنا بڑھا کر عطا فرمائے گا، مگر دنیا میں قرض دینے والے کو مقروض سے اس قرض پر کسی قسم کا نفع لینے کی اجازت نہیں۔ یہاں تک کہ مقروض اگر دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کرنے میں بھی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:۔

اللہ فی عون المرء ما کان فی عون اخیہ (۱)

ترجمہ: جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔

جس طرح اصحاب ثروت حضرات کو اپنے بھائیوں کی مدد کا حکم ہے اسی طرح قرض لینے والے کے لئے بھی احکام ہیں۔ انہیں چاہئے کہ بلا ضرورت قرض نہ لیں۔ اور لیں تو بروقت

ادا کریں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

"الدین یقضی"(۲)

ترجمہ: قرض ادا کرنا فرض ہے۔

مطل الغنی ظلم"(۳)

ترجمہ: مالدار آدمی کی ٹال مٹول ظلم ہے۔

یعنی جب مقروض کو ادائیگی پر قدرت ہو تو اسے خود قرض ادا کرنا چاہئے ٹال مٹول سے کام نہ لے اگر مسلمان اپنے خاندان، محلوں اور شہروں میں ایسی انجمنیں بنالیں جو پوری تفتیش وتحقیق کے بعد ضرورت مند لوگوں کو قرض دیا کریں تو بہت سے مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتیں رفع ہوسکتی ہیں۔ گارنٹی کے طور پر مقروض لوگ اپنی قیمتی اشیاء رہن رکھ سکتے ہیں۔ خداترس لوگوں کے لئے یہ بڑی بات نہیں کہ وہ اپنی دولت کا ایک حصہ اسی کام کے لیے وقف کردیں کہ لوگوں کو قرض دیا جائے اور ان کی ضروریات پوری کی جائیں۔ اور وہ قرض پر سوائے اجر آخرت کے اور کسی نفع کی امید نہ رکھیں۔

عاریت:

کسی شخص کا اپنی ملکیت کے منافع کو بلاکسی معاوضہ کے دوسرے شخص کو دے دینا عاریت ہے۔ اللہ تعالی نے ان لوگوں کی بڑی مذمت کی ہے جو عام استعمال کی چیزیں بطور عاریت دینے سے منع کرتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ویمنعون الماعون (ماعون ۷)

ترجمہ: اور ان کے لئے بھی ہلاکت ہے جو برتنے کی چیزیں بطور عاریت دینے سے منع کرتے ہیں۔

اس سے مراد عام استعمال کے برتن وغیرہ ہیں جو محلوں میں لوگ ایک دوسرے کو استعمال کے لئے دیتے ہیں۔

اگر اصحاب مال، کچھ چیزیں بطور عاریت دے دیا کریں تو غریب لوگوں کی بہت سی ضرورتیں رفع ہوجائیں۔ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ مسلمان پھلوں والے درخت، دودھ والے جانور، مکان، سواری کے جانور اور دوسری اشیاء اپنے مسلمان بھائیوں کو بطور عاریت دیا کرتے تھے۔ جو لوگ کوئی چیز عاریت پر لیں انہیں چاہئے کہ وہ اس کو احتیاط سے برتیں اور ضرورت پوری ہوجانے پر اصل مالک کو واپس کردیں۔ جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو انصار نے ان کو اپنے مکان

اور دوسری اشیاء میں شریک کیا۔لیکن وہ ان پر قابض ہو کر نہیں بیٹھ گئے بلکہ اپنی محنت ومشقت کے ساتھ جب اپنے حالات درست کر لئے تو اپنے بھائیوں کی چیزیں واپس کر دیں۔حدیث شریف میں ہے کہ:عاریت کی واپسی لازم ہے۔(۴)

حکومت اسلامیہ کے معاشی وسائل

اسلام کے معاشی نظام پر بحث کرتے ہوئے جو چیز سب سے اہم معاملہ ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نظام حکومت کو چلانے کے لئے معاشی وسائل کہاں سے مہیا ہوں گے۔ذیل میں اجمالی طور پر ان وسائل کا ذکر کرتے ہیں'جن سے کاروبار حکومت چلایا جائے گا جن کی تفصیل آئندہ صفحات میں دی گئی ہے:

(۱)زکوۃ(۲)عشر(۳)خراج(۴)جزیہ(۵)کفارات(۶)صدقہ فطر(۷)اضحیہ(۸)ہدی(۹)غنائم (۱۰)فئی (۱۱)خمس (۱۲)رکاز (۱۳)ضرائب (۱۴)کراء الارض (۱۵)محصول (عشور) (۱۶)وقف(۱۷)لقطہ(۱۸)لاوارث اموال(۱۹)معدن(۲۰)کسٹم ڈیوٹی

حکومت اسلامی کے معاشی وسائل (محاصل عامہ) کی تفصیل

حکومت کو چلانے کے لئے ذرائع آمدن کا ہونا لازمی ہے'قرآن وسنت میں اسلامی حکومت کے معاشی وسائل کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

حکومت کے ذرائع آمدن:

(۱)انفاق: اس میں بعض مدات وہ ہیں جن پر خرچ کرنا لازم ہے۔ان میں سے اکثر مدات ایسی ہیں جو حکومت کے ذریعہ عوام کی فلاح و بہبود اور نظام حکومت چلانے کے لئے خرچ کی جاتی ہیں'یہ حکومت کی آمدن کے ذرائع ہیں۔

(۲)زکوۃ: لازمی انفاق کی ایک صورت زکوۃ ہے'نماز کے بعد اسلام کا دوسرا رکن ''زکوۃ'' ہے تاریخ انبیاء کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی طرح زکوۃ بھی ہر نبی کی تعلیم کا جزو لازم رہی ہے'قرآن کریم میں بھی کئی انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں زکوۃ کی تعلیم موجود ہے۔قرآن کریم میں بار ہا زکوۃ کو نماز کے ساتھ ملا کر ذکر کیا گیا ہے۔

واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ(البقرہ:۴۳) نماز قائم کرو اور زکوۃ دو

☆الكون بني على النظام فعليك بالترتيب في ملبسك وبيتك ومكتبك وواجبك. ☆

سورۃ توبہ میں مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ توبہ کر کے نماز قائم نہ کرلیں اور زکوۃ ادا کر دیں فرمان الٰہی ہے

فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین (التوبہ:۱۱)

پھر (اگر وہ شرک وکفر سے) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

گویا صرف ایمان لانا اور نماز پڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ اسلام کے مالی نظام پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔اس سے زکوۃ کا لازمی ہونا مفہوم ہوتا ہے۔فرمان الٰہی ہے۔

خذمن اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھاوصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم (التوبہ:۱۰۳)

ترجمہ:ان کے مال میں سے زکوۃ وصول کرلو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا ان کے لئے موجب تسکین ہے اور خدا سننے والا جاننے والا ہے۔

انما الصدقت للفقرآء والمسکین والعملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (التوبہ:۶۰)

ترجمہ:صدقات (یعنی زکوۃ وخیرات) تو مفلسوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں (کے قرض ادا کرنے) میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہئے یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برآدی رزقھم علی ماملکت ایمانھم فھم فیہ سوآء افبنعمۃ اللہ یجحدون (النحل:۷۱)

ترجمہ:اور خدا نے رزق (دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ نعمت الٰہی کے منکر ہیں؟

والذین ھم علی صلاتھم یحافظون (۲) (مومنون:۹)

ترجمہ:اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الرکعین (البقرہ:۴۳)

ترجمہ: اور نماز پڑھا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور (خدا کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔

الذین لایؤتون الزکوۃ وھم بالاخرۃھم کفرون ہ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت لھم اجر غیر ممنون ہ (حم سجدہ:۷۔۸)

ترجمہ: جو زکوۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی قائل نہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے (ایسا) ثواب ہے جو ختم ہی نہ ہوگا۔

ومآاتیتم من ربالیربوا فی اموال الناس فلایربوا عنداللہ وماتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون ہ (الروم:۳۹)

ترجمہ: اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو خدا کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوۃ دیتے ہو اور اس سے خدا کی رضامندی طلب کرتے ہو تو (وہ موجب برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو) دو چند سہ چند کرنے والے ہیں۔

(۳) عشر:

زمین کی پیداوار پر جو حق اللہ کا ہے عشر کہلاتا ہے:۔

یآیھا الذین امنوآ انفقوا من طیبت ماکسبتم ومما آخرجنا لکم من الارض (البقرہ:۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو پاک مال تم نے کمائے ہیں اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرو۔

کلوا من ثمرہ اذا اثمروا تواحقہ یوم حصادہ (الانعام:۱۴۱)

ترجمہ: اس کی پیداوار جب نکلے تو اس میں سے کھاؤ اور فصل کٹنے کے دن اللہ کا حق نکال دو۔

یہ دونوں آیتیں زمین کی پیداوار سے متعلق ہیں' احناف کے نزدیک خودرو اشیاء مثلاً کھڑی گھاس اور پانی کے علاوہ جتنی اشیاء از قسم غلہ پھل' ترکاری' ہیں ان سب سے اللہ کا حق نکالنا لازم ہے۔ زمین کی پیداوار پر اللہ کا جو حق ہے' حدیث شریف میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فیما سقت السماء والعیون لو کان عشر بالعشر وماسقی بالنضح نصف العشر۔(۵)

☆البس وسطا لالباس المترفین ولا لباس البائسین ولا تشہر نفسک بلباس وکن کعامۃ الناس ۔☆

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس زمین کی آبپاشی بارش، چشموں یا ندیوں سے ہو اور وہ زمین بارانی ہو تو ایسی پیداوار کا دسواں حصہ لیا جائے گا اور جس کو پانی کھینچ کر آبپاشی کی گئی ہو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے گا۔ یعنی اگر پانی کے حصول میں محنت کی گئی ہو تو نصف حصہ رہ جائے گا۔

عشری زمینیں:

اگر کوئی قوم مسلمان ہو جائے تو اس کی زمین، عرب کی زمین، مجاہدین اور غامین کے حصہ میں آئی ہوئی زمین، جو کسی مسلمان نے آباد کی ہو کسی لاوارث ذمی کی موت پر مسلمان کے قبضہ میں آئی ہوئی زمین عشری کہلاتی ہے۔ مگر اس پر بھی عشر صرف اسی صورت میں ہوگا جب آبپاشی بارش، چشموں یا ندیوں کے پانی سے ہوئی ہو اور اس میں انسانی محنت کا دخل نہ ہو۔ لیکن اگر پانی خریدنا پڑے تو میں سمجھتا ہوں پھر عشر لاگو نہیں کیا جا سکتا ہے (بلکہ ایسی پیداوار پر نصف عشر لاگو ہوگا)۔ اب یہ بحث الگ ہے کہ آیا کسی فرد یا حکومت کو دریاؤں کے پانی فروخت کرنے کا حق بھی ہے یا نہیں؟ یہ درست ہے کہ کھیت تک پانی پہنچنے میں حکومت کا کافی خرچ ہوتا ہے اور اس لئے حکومت خدمت کا معاوضہ لے سکتی ہے، مگر اس صورت میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایسی زمینوں کی پیداوار پر عشر ہوگا، جن کا آبیانہ ادا کر کے سیراب کیا گیا ہو؟ تو قیاس چاہتا ہے کہ حکومت جن زمینوں سے آبیانہ وصول کرتی ہو ان سے نصف عشر (بیسواں حصہ) لے۔ (جاری ہے)

حواشی

۱۔ مسند احمد جلد ۲ ص ۴۷۲ المکتب الاسلامی، بیروت

۲۔ ابوداؤد، السنن ج ۲، کتاب البیوع: ۸۸

۳۔ ترمذی الجامع، ج ۲، کتاب استقراض: ۱۲

۴۔ ابوداؤد، السنن ج ۲، کتاب البیوع: ۸۸ الدارمی: السنن، کتاب البیوع، ۵۶

۵۔ صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: ۵۵